TAHREER Journal of Languages & Literature
eISSN:3007-2085
pISSN:3007-2077
تحریر
Vol. 4 No. 2 (2026) HEC approved in the Y category.

Dr. Rafi-ud-Din Hashmi's Literary Criticism in the Context of "Asnaf-e-Adab"

”اصنافِ ادب“ کے تناظر میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تنقید نگاری

Farkhanda Mirza[1*], Dr. Jameel Asghar[2]
[1]PhD Scholar, [2]Professor, Urdu Department, Riphah International University, Faisalabad
***Corresponding Email:** fariamirza72@gmail.com
DOI: https://doi.org/10.65827/tahreer.v4i2.81

Abstract

Dr Rafi-ud-Din Hashmi is recognised as an eminent academic, researcher, and critic in Urdu literature, whose critical discourse is marked by intellectual rigour, judicious evaluation, and profound scholarly perception. This paper investigates his critical standing with reference to his seminal work Asnaf-e-Adab, analysing his comprehension and explication of principal literary forms. The study examines his approach to presenting diverse genres with historical consciousness, interpretive precision, and impartial critical insight. It further underscores his methodology of assessing literary forms through logical reasoning, documentary support, and a cultivated aesthetic sensibility. The research contends that Asnaf-e-Adab functions not only as a primer on literary genres but also as a testament to Dr Hashmi's developed critical perspective and academic disposition. Employing descriptive and analytical methods, this study identifies the hallmarks of his critical practice and his influence on Urdu literary scholarship. The paper concludes that Dr Hashmi's engagement with literary genres integrates scholarly discipline with literary appreciation, thereby contributing to both instructional and critical paradigms in Urdu. His work offers an exemplar of genre-oriented criticism and provides a methodological blueprint for scholars rooted in textual accuracy, contextual grounding, and balanced interpretation.

Keywords:
Asnaf-e-Adab, Dr Rafdin Hashmi, Urdu Literary Criticism, Genre Criticism, Critical Approach, Textual Scholarship, Literary Forms, Urdu Studies, Research Methodology.

Received: 10-08-2025 Revision: 18-10-2025 Accepted: 10-04-2026 Online: 11-06-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0).
Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

ہر دور اور ہر معاشرے میں کچھ نابغۂ روزگار شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو اپنے علمی و ادبی اثرات کے باعث صرف اپنے زمانہ میں ہی نہیں بلکہ آنے والے ادوار میں بھی پہچانی جاتی ہیں یہ ہستیاں صرف ماحول اور معاشرہ کی نمائندگی نہیں کرتیں بلکہ اپنے کردار، فکر اور احساسات کے ذریعے معاشرے کی فکری سمتوں کا تعین بھی کرتی ہیں۔ان کی شخصیت پر ان کے جذبات واحساسات اور فکری رجحانات کے گہرے نقوش ثبت ہوتے ہیں۔ جو وقت گزرنے کے باوجود بھی مٹتے نہیں ہیں۔ایسی ہی ہستیوں میں ہمارے موجودہ عہد کی ایک ممتاز علمی و فکری شخصیت شامل ہے۔ جن کا نام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ہے۔ جن کا تعلق تنقید تحقیق اور تدریس کے ساتھ ساتھ زبان وادب کے میدان سے ہے۔ اگرچہ ان کی اصل شناخت تو استاد کی ہے تاہم ان کی علمی وسعت اور فکری گہرائی انہیں محض ایک معلم تک ہی محدود نہیں رہنے دیتی۔ وہ جس محفل میں موجود ہوتے اپنی گفتگو، آواز اور اندازِ بیان سے سامعین کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے۔

ان کی علمی حیثیت کا اندازہ اس چیز سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا وہ محض رسمی تحریر نہیں بلکہ گہرے مطالعے، تحقیق اور فکری شعور کا مظہر ہے۔ان کے افکار میں معیار، وسعت اور ترتیب کا عنصر نمایاں دکھائی دیتا ہے انہوں نے علمی کام کو صرف ذاتی اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اسے ایک فکری ذمہ داری سمجھ کر انجام دیا۔

اردو ادب کی دنیا میں ہاشمی صاحب ایک صفِ اوّل کے اقبال شناس، بلند پایہ معلم، قدآور محقق، فرض شناس مدرس، صاحب نظر نقاد، کامیاب مترجم اعلیٰ درجہ کے مدون، شخصیہ نگاری کے ماہر، بہترین سفر نامہ نگار، مکتوب نگار، مؤلف، مبصر، انشائیہ نگار اور اعلیٰ پایہ کے افسانہ نگار بھی ہیں۔ بحیثیت محقق و مدون گزشتہ پچاس سالوں سے وہ اردو ادب سے وابستہ تھے۔ بحثیت نقاد دیکھا جائے تو وہ دوٹوک رائے اور بے لاگ تبصروں کو ٹھوس شواہد کے ساتھ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ تدریس و تعلیم پر نظر دوڑائی جائے تو وہ اپنے پیشہ معلمی میں باوقار اور منفرد دکھڑے دکھائی دیتے تھے۔

رفیع الدین ہاشمی کی تنقید کا سب سے خاص وصف توازن اور اعتدال ہے وہ نہ تو جذباتی مداحی کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی سخت گیر منفی رویہ رکھتے ہیں وہ کسی تخلیق یا فن کار پر بات کرتے ہوئے اس کے مثبت پہلوؤں کو بھی دیانت داری سے اجاگر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ناقدانہ تحریریں الجھن پیدا کرنے کی بجائے فکری رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ایک ایسی منفرد شخصیت ہیں جو کسی تنقیدی دبستان سے منسلک نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے خصوصی اس کا اعلامیہ پیش کیا بلکہ ان کی ناقدانہ تحریروں کے نشان اس کے مضامین اور کتب میں واضح دیکھے جاسکتے ہیں۔

رفیع الدین ہاشمی کی تنقید کی ایک خاص بات یہ کہ انہوں نے کسی بھی کتاب کو اس لیے نہیں لکھا کہ وہ اس پر تنقید کا ارادہ رکھتے تھے۔ بلکہ جس کتاب کو بھی تحریر کیا یا جس عنوان پر بھی کام کیا اس کے پس منظر میں طالب علموں کی رہنمائی کا خیال ہی ہوتا۔ بہت سی کتب لکھنے کا خیال تو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو اس لیے آیا کہ زمانۂ طالب علمی جو چیزیں ان کے پاس موجود نہ تھیں اور ان کو ان کے حصول میں بہت سی

مشکلات پیش آئیں وہ آنے والے طلباء و طالبات کو وہ ان مشکلات سے بچانا چاہتے تھے۔ جس کا اظہار وہ بہت سی جگہوں پر کر چکے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''اقبال کی طویل نظمیں'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ :

> ''ایم۔اے اردو (اور کسی بھی امتحان) کی تیاری کے لیے مخصوص نصابی کتابوں اور اساتذہ کے گراں قدر اور جامع لیکچرز کے باوجود مختلف اور متفرق علمی و ادبی رسائل و کتب سے استفادہ بے حد ضروری ہوتا ہے۔ مگر ایم۔اے کی تیاری کے دوران میں متعلقہ رسائل و کتب کی عدم دستیابی کے علاوہ مجھے ایک بڑی مشکل یہ محسوس ہوئی کہ کسی ایک موضوع پر سوانحی، تشریحی اور تنقیدی مواد یکجا مرتب و منضبط نہیں ملتا تھا۔ مجھ جیسے طالب علم کو جسے مطالعے کے لیے نسبتاً کم وقت ملتا تھا خصوصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا یہ احساس برابر ستاتا کہ اگر مواد یکجا مل جائے تو اس کی بنیاد پر نصاب کو زیادہ بہتر طور پر تیار کر سکوں گا۔''(1)

اردو ادب میں اصناف کا مطالعہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے ان کی مکمل تفہیم اس وقت ممکن نہیں جب تک اس کی مختلف اصناف کو فنی اور فکری زاویوں سے جانچا نہ جائے۔ اور ان کی تاریخ کے بارے میں آگاہی نہ ہو۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی ''اصناف ادب'' بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے یہ کتاب نظم اور نثر کے فرق کو واضح کرنے کے لیے تصنیف کی۔ اس کتاب کو لکھنے کا مقصد بھی طلباء کی رہنمائی کرنا تھا۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۹۷۶ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے کی۔ اس کے بعد دوسرا ایڈیشن کچھ تبدیلیوں کے ساتھ ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ دوسرے ایڈیشن میں کچھ اضافے کیے گئے اور اقبالیات کے عنوان سے ایک باب کا اضافہ بھی دوسرے ایڈیشن کا حصہ بنا۔ اس کے بعد کئی بار اس کی اشاعت ہوئی مگر پھر کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

اس کتاب ''اصنافِ ادب'' میں اردو ادب کی تمام نثری اور شعری اصناف کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے کتاب کا انتساب خورشید رضوی کی ایک نظم کے ساتھ سید ظہیر الحق مرحوم کے نام سے لکھا گیا۔ ''اصنافِ ادب'' میں تقریب سخن خود ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے لکھا جس میں انہوں نے اصناف نظم و نثر کی مختصر تاریخ کی جھلک دکھائی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی اہمیت بھی واضح کر دی۔ تقریب سخن میں میر کی غزل گوئی، فورٹ ولیم کالج کی نثر، غالبؔ کے خطوط میں سخن سازی اور سرسید احمد خان اور ان کے رفقاء کی اردو نثر پر بات کی اور پھر جدید اردو نثر میں مغربی رنگ کی آمیزش کا بھی ذکر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اردو شاعری کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور انقلابی تبدیلیوں کا ذکر بطور خاص کیا۔ اردو نظم کی ہیئتوں آزاد نظم اور نثری نظم کا بھی ذکر کیا۔ بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح نظر آتا ہے کہ ''اصناف ادب'' میں نظم و نثر پر بات کر کے ان کا فرق دکھانے کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔ اور اس میں ان کی ہیئت، نوعیت، حیثیت، موضوع اور مزاج پر بات کی گئی ہے۔ جس قدر تفصیل کے ساتھ اصناف نظم و نثر کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک استاد ہر طرح سے اپنے شاگردوں کو ان کی مکمل تفہیم فراہم کر رہا ہے اس کتاب کو خالصتاً طلباء کے لیے تحریر کیا گیا اس بات کی وضاحت کو بھی ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ''تقریب

سخن"، میں کرتے ہیں۔

"چونکہ بنیادی طور پر یہ کتاب طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے اس لیے اس کے اسلوب، لب و لہجے اور مثالوں وغیرہ میں طلبہ کے مزاج اور ان کی ذہنی سطح کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔"(۲)

دیباچہ طبع دوم میں رفیع الدین ہاشمی اس میں تبدیلیوں اور افسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ عنوانات کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی گئی ہے سب سے پہلے تمہید کا عنوان ہے اس کے بعد نظم و نثر کا فرق، فن شاعری کی چند اصطلاحات (وزن، بحر، تقطیع، علم عروض، قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع) اس کے بعد اصناف نظم کے عنوان میں بلحاظ موضوع (حمد، نعت، غزل، قصیدہ، مرثیہ، شہر آشوب، واسوخت، ریختی، پیروڈی، گیت) بلحاظِ ہیئت (مثنوی، رباعی، قطعہ، مسقط، ترکیب بند، مستزاد، ترجیع بند) اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ نظم جدید میں (پابند نظم، معریٰ نظم، آزاد نظم، سانیٹ) کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

دوسرا حصہ اصناف نثر کے عنوانات پر مشتمل ہے جس میں مندرجہ ذیل اصناف پر بات کی گئی ہے۔ افسانوی ادب (داستان، ناول، افسانہ، ڈرامہ) غیر افسانوی ادب (مضمون، مقالہ، انشائیہ، آپ بیتی، خاکہ، مکتوب، تبصرہ، طنز و مزاح، سفر نامہ، ترجمہ، نثر لطیف، نثری نظم اور اقبالیات)۔ ان عنوانات پر غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ اصناف ادب اصل میں چار حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں نظم و نثر میں موجود فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور ان کے فرق کے ساتھ ساتھ اصطلاحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ خاص طور پر شعری اصطلاح جن کی تفہیم ہر کسی کے لیے آسان نہین ہے۔ دوسرے حصہ میں اصناف نظم مکمل وضاحت اور فرق کے ساتھ چاہے وہ بلحاظ موضوع ہوں یا بلحاظ ہیئت اور یا پھر جدید نظم کی صورت میں ہو ان کی مکمل وضاحت کی گئی ہے کتاب کا تیسرا حصہ اصناف نثر پر مشتمل ہے۔ جس میں افسانوی اور غیر افسانوی ادب کا فرق اور مکمل وضاحت موجود ہے۔ سب سے آخری حصہ اقبالیات کا ہے جس میں ۱۹۷۷ء تک اقبالیات پر لکھی جانے والی کتب اور ان کے مصنفین کا احوال پیش کیا گیا ہے۔

"اصنافِ ادب"، میں تمہید کا عنوان ترتیب دیتے وقت ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے مندرجہ ذیل نکات کو شامل کیا ہے:

۱۔ اجمالی طور پر نظم و نثر کا فرق

۲۔ لغوی اور اصطلاحی معنی

۳۔ اہم مصنفین کی وضع کردہ اصطلاحات سے وضاحت

۴۔ شعر کی فنی اور مکمل تعریف (نقاد کی نظر سے)

۵۔ موضوع کے لحاظ سے شاعری کی دس اقسام کی مثالوں کے ذریعے وضاحت

۶۔ کلام موزوں اور کلام غیر موزوں کے ذریعے نظم و نثر کے فرق کی وضاحت

۷۔ فن شاعری کی اصطلاحات کا سادہ اور سلیس پیرائے میں بیان

شعر وادب پر بات کرتے ہوئے رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ :

''اصلی بات یہ ہے کہ شعر وادب بڑی ہی غیر حسابی چیز ہے اس کی حدود بہت وسیع اور غیر متعین ہیں۔ ۲+۲=۴ کی طرح شعر و شاعری کی کوئی مکمل اور متعین تعریف وضع کرنا بے حد مشکل ہے تاہم کوئی ایسی سرحد (Border) قائم کرنا ناگزیر ہے جو فر اور نثر کے درمیان حد فاصل کا کام دے سکے۔''(۳)

شاعری کی جو اصطلاحات رفیع الدین ہاشمی نے بیان کی ہیں۔ ان کے مطابق وزن کے لغوی معنی اندازہ اور پیمانہ کے ہیں اور اصطلاح میں دو کلموں کی حرکات اور سکنات کا برابر ہونا وزن کہلاتا ہے۔

بحر کی اصطلاح اور مفہوم کو بیان کرتے ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ اس کے لغوی معنی سمندر یا دریا کے ہیں اور اصطلاحی مضمون میں ایسے کلمات موزوں جن پر اشعار کا وزن ٹھیک کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی بحر کے اجزاء پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ تقطیع ان کی نظر میں ''ٹکڑے ٹکڑے کرنا'' کے معنوں میں آتا ہے۔ علم عروض کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وزن، بحر اور تقطیع کا فن علم عروض کہلاتا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی شعر کا وزن صحیح ہے یا غلط عروض کو شعروں کو تولنے کا ترازو اور اشعار پرکھنے کی کسوٹی بھی کہا گیا ہے۔ علم عروض کا موجد ایک عرب خلیل بن احمد ہے اس کا انتقال ۱۷۰ھ میں ہوا۔''(4)

اس کے بعد قافیہ اور ردیف کا فرق اصطلاحات اور مثالوں کے ذریعے بیان کرتے ہیں قافیہ کے معنی پیچھے آنے والا اور ردیف کے معنی ایسا مستقل کلمہ جو شعر یا مصرعے کے آخر میں قافیہ کے بعد آتا ہے۔ اور اس کی وضاحت ان اشعار سے کرتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن

کتاب کے اس حصہ میں مطلع اور مقطع پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔ ''اصناف ادب'' کا دوسرا حصہ ''اصناف نظم'' کے عنوان سے کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے خیال میں شاعری میں دو چیزیں بہت اہم ہوتی ہیں۔

۱۔ خیال یا موضوع

۲۔ ہیئت یا فارم (From)

اسی لیے وہ نظم کا جائزہ اس کتاب میں بلحاظ موضوع اور بلحاظ ہیئت ہی لیتے ہیں اور نظم جدید کو وہ ان دونوں جملہ اصناف سے الگ قرار دیتے ہیں۔ان کے خیال میں موضوع کے لحاظ سے شاعری کی دس اقسام ہیں اور ان دس اقسام کو وہ اصطلاحات اور شعری مثالوں کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔حمد کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ ان لفظوں میں اظہار خیال کرتے ہیں:

"اصطلاح میں حمد وہ نظم ہوتی ہے جس میں باری تعالیٰ کی صفات اور عظمت و قدرت کا بیان ہوتا ہے اور اس کی ہمہ پہلو تعریف کی جاتی ہے حمد کا موضوع انتاہی وسیع اور متنوع ہے جس قدر خدا اور اس کی کائنات۔"(5)

مزید ان کے خیال میں حمد کے لیے کوئی مخصوص بحر یا ہیئت متعین نہیں ہے بلکہ اس کے اشعار مختلف ہیئتوں میں لکھے جا سکتے ہیں حمد لکھتے وقت جن باتوں کو مد نظر رکھنا ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ضروری خیال کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔حمد رسمی نہ ہو

۲۔شاعر کا لہجہ مؤدب ہو

۳۔حمدیہ اشعار میں شاعر کا انداز منکسرانہ ہو

۴۔زبان پاکیزہ ہو

اور سب سے آخری نکتہ وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"شاعر خدا کی عظمت و رحمت بیان کرنے کے بعد اس سے مغفرت اور امت کی بھلائی کی درخواست کرے۔"(۶)

حمد کی اصطلاحی اور لغوی وضاحت کے بعد باقی صدیقی مرحوم کی ایک حمد بھی شامل کتاب کرتے ہیں۔

تو قادر مطلق ہے یہی وصف ہے کم کیا
آگے کرے اک بندۂ ناچیز رقم کیا
تو خالق کونین ہے تو حاصل کونین
ہے جس پہ نظر تیری اُسے کوئی ہو غم کیا
تو اپنے گناہ گار کو توفیق عمل دے
ہوتا ہے زباں سے سر تسلیم بھی خم کیا
یہ رنگ غم زیست یہ انداز غم جاں
دنیا کی تمنا میں نکل جائے گا غم کیا

اس کے بعد نعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ کی ذات، صفات، اخلاقِ حسنہ اور شخصی حالات کا بیان ہوتا ہے۔نعت کی ہیئت کے بارے میں بھی ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ نعت کی بھی کوئی مخصوص مقرر ہیئت

نہیں ہوتی۔ نعت اور حمد کے درمیان وہ ایک حد فاصل مقرر کرتے ہیں اور نعت کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں کہ :

"نعت رسمًانہ کہی گئی ہو بلکہ آپ ﷺ سے والہانہ عقیدت اور پختگی اس کی بنیاد ہو جہاں تک زبان و بیان کا تعلق ہے نعت گو کی زبان پاکیزہ اور الفاظ و تراکیب آپ ﷺ کے مرتبے و حیثیت کے مطابق ہونے چاہیے اور اس کا لہجہ نرم، دھیما اور پُرسوز پُر تاثیر ہونا ضروری ہے۔"(6)

حمد اور نعت کے ساتھ ساتھ دوسری اصناف شعر کا بھی بیان نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور ساتھ ساتھ اشعار کے ذریعے مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ رفیع الدین ہاشمی کے نزدیک غزل اُردو کی نہایت مشہور صنف شعر ہے اس کے لغوی معنی عورتوں سے یا عورتوں کے متعلق گفتگو کرنا ہیں۔ اور ایک دوسری اصطلاح بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہرن کے منہ سے بوقت خوف جو دردناک چیخ نکلتی ہے اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ اس نسبت سے غزل وہ صنف ہے جس میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات کا بیان ہوا اور اس میں درد و سوز بہت نمایاں ہے۔ غزل کے لیے جن نکات کی نشاندہی ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے کی وہ درج ذیل ہیں :

۱۔ پوری غزل ایک بحر میں ہوتی ہے
۲۔ غزل کا مطلع ہونا ضروری ہے
۳۔ مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں
۴۔ باقی ساری غزل میں صرف دوسرا مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے
۵۔ غزل کے آخری شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے
۶۔ غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں
۷۔ عشق و عاشقی غزل کا سب سے بڑا موضوع ہے
۸۔ پہلے زمانے میں غزل کے اشعار کی تعداد پانچ سے سترہ تک ہوئی تھی
۹۔ جدید غزل میں اشعار کی تعداد کی کوئی قید نہیں
۱۰۔ غزل میں مذہبی، سیاسی، معاشرتی، تہذیبی، اخلاقی، فلسفیانہ، حکیمانہ اور عاشقانہ موضوعات و مسائل پر اظہار خیال کیا جاتا ہے
۱۱۔ غزل کا ہر شعر معنوی اعتبار سے ایک مکمل اکائی ہوتا ہے
۱۲۔ غزل کے ہر سفر کا اپنا جدا مفہوم ہوتا ہے

غزل پر بات کرتے ہوئے اس کے انداز بیان اور اسلوب اور لہجہ کے متعلق رفیع الدین ہاشمی یوں بیان کرتے ہیں :

"غزل کی زبان دیگر اصناف شعر کے مقابلے میں بالعموم سادہ، سلیس اور شستہ ہوتی ہے۔ تشبیہ و استعارہ اور ضائع

بدائع کا موزوں، متوازن اور بلاضرورت استعمال غزل کو بوجھل بنا کر اس کے حسن اور وقار کو مجروح کرتا ہے۔ غزل گو کا لب و لہجہ دھیما اور نرم ہونا چاہیے۔''(7)

وہ غزل کے چند اشعار کے ذریعے لب و لہجے کو مثالوں سے بھی واضح کرتے ہیں اور وہ شعراء کی کہی گئی ایک ہی طرح کی بات کو ایک شعر کے ذریعے سامنے لاتے ہیں۔

سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے (میرؔ)

سوداؔ کے جو بالیں پہ گیا شور قیامت
خدامِ ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے (سوداؔ)

یہاں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بتاتے ہیں کہ دونوں اشعار کا مفہوم تو بالکل ایک ہے مگر الفاظ اور لہجے میں فرق ہے۔ پہلے شعر میں میر تقی میرؔ نرم روی اور سادگی سے احساس دلاتا ہے جبکہ دوسرے شعر میں ایک کھردرا پن، طنطنہ اور شکوہ موجود ہے۔ اس لیے وہ بتاتے ہیں کہ پہلا سفر غزل کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے جبکہ دوسرا شعر قصیدے کی آتشی زبان اور پُر رعب لہجے کا آئینہ دار ہے اس سے دونوں شعراء کی طبیعت کا فرق بھی نمایاں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نہ صرف ''اصناف ادب'' میں اصناف شعر کی اصطلاحات اور لغوی معنی پر بات کرتے ہیں بلکہ ان اصناف کی مکمل تاریخ، ادبی پس منظر اور ارتقاء پر بھی سیر حاصل تبصرہ کرتے ہیں اور غزل کی اصطلاحات لب و لہجے اور شعراء کے انداز بیان پر بات کرنے کے بعد وہ اس کی تاریخ اور ارتقاء بھی یوں بیان کرتے ہیں:

''اردو غزل فارسی غزل کی مرہون منت ہے علی دکنی اردو کا پہلا قابل ذکر غزل گو ہے۔ اسے غزل کا باوا آدم کہا جاتا ہے غزل کے ارتقاء میں میرؔ، سوداؔ، دردؔ، انشاءؔ، جرأتؔ، مصحفیؔ، آتشؔ، غالبؔ، ذوقؔ، مومنؔ، ظفرؔ، داغؔ، اور حالیؔ وغیرہ کا قابل قدر حصہ ہے۔ انشاء، جرأت رنگین اور ناسخ لکھنوی دبستانِ غزل کے نمائندے ہیں۔ جن کے ہاں حسن و عشق کا خارجی اور جسمانی پہلو غالب ہے۔ اس کے برعکس میرؔ، دردؔ، ظفرؔ، شیفتہ اور حالیؔ وغیرہ دبستان دہلی کے نمایاں غزل گو ہیں۔ ان کے ہاں داخلی واردات و قلبی احساسات کو دھیمے اور پر سوز لہجے میں بیان کیا گیا ہے۔''(8)

غزل کے ارتقاء اور پس منظر پر روشنی ڈالنے کے بعد وہ جدید غزل کے بارے میں بھی وضاحت کرتے نظر آتے ہیں۔ حالیؔ کو وہ جدید غزل کا بانی قرار دیتے ہیں اور ان کی غزل کو مبالغہ سے پاک اور حقیقت کا عکس قرار دیتے ہیں۔ اقبال کی غزل کو بہ اعتبار معنی ایک بلند مقام سے نوازتے ہیں ان کے خیال میں اقبال نے غزل کو نئے افق سے روشناس کروایا ہے۔ جدید غزل گو شعراء کا ذکر بھی وہ اپنی کتاب میں

کرتے ہیں۔اردو غزل کے مستقبل کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ :

"اردو غزل کا مستقبل شاندار اور روشن ہے کیونکہ اس میں بڑی تغیر پذیری اور لچک موجود ہے اس سلسلے میں اردو ادب کے ایک نقاد شمیم احمد نے بڑی پتے کی بات کہی ہے۔اگر اردو شاعری کبھی زندہ رہی تو غزل کے ساتھ ہی زندہ رہے گی لوگ خواہ کتنے ہی دعوے کیوں نہ کریں اور نظم میں چاہے جتنا بڑا ذہن چلا جائے لیکن کوئی آدمی تنہائی میں کوئی شعر گنگنائے گا تو وہ غزل ہی کا ہو گا نظم کا نہیں۔"(9)

قصیدہ کی تعریف کرتے ہوئے رفیع الدین ہاشمی بتاتے ہیں کہ لفظ قصیدہ عربی لفظ قصد سے بنا ہے اس کے لغوی معنی قصد (ارادہ) کے ہیں ان کے مطابق قصیدے میں شاعر کسی خاص موضوع پر اظہار خیال کا قصد کرتا ہے۔قصیدہ کی ہیئت اور لب و لہجے کے بارے میں جن نکات کی نشاندہی کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔قصیدہ ہیئت کے اعتبار سے غزل سے ملتا ہے

۲۔اس کی بحر شروع سے آخر تک ایک ہی ہوتی ہے

۳۔پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں

۴۔قصیدے کا آغاز مطلع سے ہوتا ہے

۵۔اس میں ردیف کی پابندی لازمی نہیں ہوتی

۶۔قصیدہ ظاہری ہیئت کے اعتبار سے ایک مکمل نظم ہوتا ہے

۷۔اشعار کی تعداد کم از کم پانچ ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے

۸۔ہیئت کے لحاظ سے قصیدے کی دو اقسام ہیں۔ایک تمہیدیہ اور دوسری مدحیہ

۹۔قصیدہ کی زبان پُر شکوہ اور لہجہ بلند آہنگ ہوتا ہے

رفیع الدین ہاشمی کے مطابق قصیدہ معنی و مفاہم کے اعتبار سے چار اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔تشبیب

۲۔گریز

۳۔مدح

۴۔دُعا

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ان اجزاء کی وضاحت کے بعد قصیدے کے موضوعات کی بھی وضاحت کتاب میں شامل ہونا ضروری خیال

کرتے ہیں۔ان کے مطابق ہجو اور قصیدہ کے بارے میں لوگ غلط رائے قائم کرتے ہیں اور ہجو کو ایک مستقل صنف سخن خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قصیدے کی ہی ایک قسم ہے ہجو کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جو نظم کسی کی مذمت، برائی یا عیوب کے بیان میں لکھی جائے وہ ہجو یہ قصیدہ کہلاتی ہے۔''(10)

رفیع الدین ہاشمی کی بحیثیت نقاد یہ خوبی ہے کہ وہ اس وقت کسی موضوع پر قلم روکتے نہیں جب تک اس کے بارے میں ہر پہلو سے بات نہ کرلیں۔اسی لیے انہوں نے اس کتاب میں موجود اصناف شعر کے لغوی و اصطلاحی معنوں سے لے کر لب و لہجے تک شعراء کے اندازِ بیان سے لے کر صنف کی تاریخی روایات اور دوسری اصناف شعر سے موازنہ تک ہر پہلو کا بغور مطالعہ کیا اور مشاہدات کو پیش بھی کیا اور تمام بیانات کو دلائل اور مثال کی مدد سے واضح کیا تاکہ قاری کے لیے کسی قسم کا شبہ نہ رہ جائے۔

کتاب کا تیسرا حصہ جو کہ اصناف نثر پر مشتمل ہے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔افسانوی ادب

۲۔غیر افسانوی ادب

داستان، افسانہ، ناول اور ڈرامہ افسانوی ادب میں شامل ہیں جبکہ اس کے علاوہ تمام تحریریں جن میں مضمون، انشائیہ، سفر نامہ وغیرہ شامل ہیں غیر افسانوی نثر کا حصہ ہیں۔اصناف نثر میں سب سے پہلے داستان پر بات کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:

''کہنے کی چیز کو کہانی کہتے ہیں۔قصہ کے معنی بھی کہنا اور بیان کرنا کے ہیں داستان کہانی کی سب سے اولین اور قدیم قسم ہے۔اصطلاح میں داستان وہ قصہ کہانی ہے جس کی بنیاد تخیل، رومان اور فوق الفطرت عناصر پر ہو۔''(11

ان کے نزدیک ایک معیاری داستان میں ان چیزوں کی موجودگی از حد ضروری ہے۔

۱۔ایک معیاری داستان میں پلاٹ، تخیل، رومان، فوق الفطرت عناصر، مثالی کردار، خطابت، رنگینیٔ بیان اور تحیر انگیزی جیسے اجزاء کا موجود ہونا ضروری ہے

۲۔وسعت اور پھیلاؤ داستان کا بنیادی مزاج ہے۔

۳۔داستانوں کی علمی، معلوماتی اور تاریخی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

۴۔داستانوں کے کرداروں میں حق گوئی و بے باکی، سخاوت و فیاضی، ایثار و قربانی، شجاعت و بہادری اور عزم و ہمت کی اچھی مثالیں ملتی ہیں۔

داستان کی خصوصیات اجزاء بیان کرنے کے بعد داستان کی تاریخ اور چند مشہور داستانوں کی مثال بھی ''اصناف ادب'' میں بیان کی گئی ہیں۔داستان کے تاریخی ارتقاء کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بحیثیت نقاد اپنا نقطۂ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

''اردو میں داستانوں کا بڑا ذخیرہ وجود میں آیا جب ہندوستان انگریزوں کے سامنے سرنگوں ہو رہا تھا۔ وہ نواب اور امراء سلاطین جو زندگی کی برہنہ حقیقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے داستان کی طلسماتی فضا میں اپنی ناآسودہ خواہشات کی تسکین پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ داستان کو وہمی، خیالی، غیر حقیقی، غیر فطری، مصنوعی اور بناوٹی صنف اور دفتر بے معنی قرار دیا گیا اور اس میں ہزاروں طرح کے عیوب نکالے گئے۔'' (12)

ہاشمی صاحب کسی بھی طرح سے داستان کی نفی کے حق میں نہیں کیونکہ ان کے خیال میں داستانیں قدیم دور کے ماحول، معاشرت، رسوم و رواج، عقائد و نظریات اور طور طریقوں کو پیش کرتی ہیں اور اسی لیے وہ داستانوں کی علمی، معلوماتی اور تاریخی اعتبار سے اہمیت سے انکار نہیں کرتے۔

''اصناف ادب'' کے حصہ میں دوسری صنف جس پر ہاشمی صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا وہ ناول اصناف نثر کی ایک ایسی صنف ہے جو دور جدید میں نہایت مقبول و معروف ہے۔ یہ حقیقت کے بہت قریب ہیں اور معاشرتی زندگی کے بہترین عکاس ہیں۔ ہاشمی صاحب کے مطابق ناول اطالوی زبان کا لفظ ہے جو انگریزی کے توسط سے اُردو میں رائج ہوا اس کے معنی انوکھا، نرالا اور عجیب کے ہیں۔ اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

''اصطلاح میں ناول وہ قصہ یا کہانی ہے جس کا موضوع انسانی زندگی ہو اور ناول نگار زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مکمل اور گہرا مشاہدہ کرنے کے بعد ایک خاص سلیقے اور ترتیب کے ساتھ اپنے تجربات و مشاہدات کو کہانی کی شکل میں پیش کرے۔'' (13)

ناول کی جن خصوصیات کا ذکر ہاشمی صاحب اپنی کتاب میں کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ حقیقت نگاری کا عنصر ضروری ہے

۲۔ فرضی، خیالی اور فوق الفطرت باتوں سے اجتناب کیا جاتا ہے

۳۔ ناول داستان کی ارتقائی شکل ہے

۴۔ کہانی ناول کے لیے بنیادی چیز ہے

۵۔ کرداروں کے بغیر ناول کا وجود نہیں ہوتا

۶۔ ناول میں مصنف کا انداز فکر بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے

۷۔ یہ ناول میں مقصدیت کا عنصر ہوتا ہے

۸۔ ناول کی تشکیل میں زبان و بیان اور تراکیب کا استعمال بہت اہمیت رکھتا ہے

۹۔ پلاٹ ناول کا بنیادی عنصر ہے۔

۱۰۔ ناول میں منظر نگاری کو بہت اہمیت حاصل ہے

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے مطابق ناول کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

۱۔ کرداری ناول

۲۔ ڈرامائی ناول

۳۔ مہماتی ناول

۴۔ واقعاتی ناول

۵۔ نظریاتی ناول

۶۔ تاریخی ناول

۷۔ اصلاحی ناول

ناول کی مکمل وضاحت اور اس کی اقسام بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ایک ناقد کی حیثیت سے ناول اور داستان کے درمیان فرق کو بھی بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہی۔ ان کے مطابق ایک ناول اور داستان میں کچھ فرق بھی موجود ہیں حالانکہ ان کے اجزائے ترکیبی میں پلاٹ، کردار، رومان اور تفصیل پسندی وغیرہ مشترک ہیں۔

اردو ناول کی تاریخ بھی ''اصناف ادب'' میں بیان کی گئی ہے۔ اردو ناول کی تاریخ میں پہلے ناول نگار کے طور پر ڈپٹی نذیر امد کا نام لیا گیا ہے اور ان کے مشہور ناول ''مرأۃ العروس'' کو پہلا ناول قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ناول کے ارتقائی پس منظر کے حساب سے ناول نگاروں کے نام، ان کے ناولوں کے نام اور ان کی خصوصیات کو بھی اس کتاب کا حصہ بنایا ہے۔

دورِ حاضر کے ناولوں میں شوکت صدیقی کا ''خدا کی بستی''، قرۃ العین حیدر کا ''آگ کا دریا''، خدیجہ مستور کا ''آنگن''، عبداللہ حسین کا ''اداس نسلیں''، فضل کریم احمد فضلی کا ''خون جگر ہونے تک'' اور ممتاز مفتی کا ''علی پور کا ایلی'' کا ذکر بھی ''اصناف ادب'' میں کیا گیا ہے۔ معیاری ناول نویسی کے متعلق ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی رقم طراز ہیں:

> ''معیاری ناول نویسی آسان نہیں اس کے لیے جس خلوص، لگن، یکسوئی اور مہارت فن کی ضرورت ہے بد قسمتی سے آج کا ادیب ان سے محروم ہے اسی لیے اچھا ناول نہیں لکھا جا رہا۔''(14)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے افسانوی ادب کی دیگر اقسام افسانہ اور ڈرامہ کے اجزائے ترکیبی، تاریخی ارتقاء، روایات، معروف مصنّفین اور مختلف تحریکات کے اثرات پر بھی اجمالی نظر ڈالی ہے افسانہ کے لغوی و اصطلاحی تعریف کے بعد وہ اس کی تکنیک اور خصوصیات پر

بھی روشنی ڈالتے ہیں۔افسانہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ :

> ''افسانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ وحدت تاثر کا حامل ہو۔افسانے میں تاثیر کی وحدت اور اتحاد قائم رہے تو اس کی طوالت بھی گراں نہیں گزرتی ورنہ قاری افسانے میں دلچسپی محسوس نہیں کرتا۔اختصار افسانے کی بنیادی خوبی ہے افسانے کے لیے پلاٹ بھی ضروری ہے واقعہ یا (واقعات) کا آغاز وارتقاء پھر عروج یا منتہا (Climax) تک پہنچنا اور اس کے بعد ایک موزوں نتیجے پر ختم ہونا۔۔۔رمز و ایما مختصر افسانے کی بنیادی خصوصیت ہے غزل کی طرح افسانے میں بھی وضاحت سے کام نہیں لیا جاتا مختصر افسانے میں کوئی واضح آغاز اور انجام نہیں ہوتا۔''(15)

ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ رفیع الدین ہاشمی افسانے میں فضا بندی، کردار کی سیرت کشی، افسانہ نگار کا اسلوب، مکالمے اور افسانے کے عنوان وغیرہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جن کی موجودگی ایک معیاری افسانہ کے لیے ضروری ہے۔جس طرح انہوں نے اپنی کتاب ''اصناف ادب'' میں ناول اور داستان کا فرق بیان کیا اسی طرح وہ ناول اور افسانے کا فرق بھی واضح کرتے ہیں کچھ چیزیں وہ مشترک بھی قرار دیتے ہیں اور کچھ چیزیں ایک دوسرے سے مختلف بھی قرار دیتے ہیں۔

افسانے کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہوئے وہ منشی پریم چند کو ابتدائی افسانہ نگار تو مانتے ہیں مگر پہلا افسانہ نگار وہ سجاد حیدر یلدرم کو قرار دیتے ہیں۔مختلف تحریکات کے زیرِ اثر وہ افسانے کے بدلتے ہوئے مزاج کو بھی واضح کرنا نہیں بھولتے۔قیام پاکستان سے پہلے اور قیام پاکستان کے بعد کے افسانہ نگاروں کے نام بھی وہ شامل کرتے ہیں۔دورِ جدید میں بھی افسانہ نگاری خاصی مقبول ہے وہ دورِ جدید کی افسانہ نگاری کے بارے میں بھی خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور بہت سے افسانہ نگاروں کے ناموں کا ذکر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سب سے پہلے غیر افسانوی نثر کے باب میں مضمون کی اصطلاح، مضمون کی تاریخ وارتقاء، مضمون نگاروں کے نام اور مضامین کی غرض وغایت بیان کرتے ہیں۔مضمون نویسی کے بعد مقالہ نویسی کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے معنی و مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔ان کے خیال میں :

> ''کسی خاص موضوع پر علمی و تحقیقی انداز میں تحریری اظہار خیال کو مقالہ کہیں گے۔''(16)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی مقالہ اور مضمون کو ایک ہی صنف کے دو روپ قرار دیتے ہیں ان کے خیال میں ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ مضمون قدرے مختصر ہوتا ہے اس کا انداز تاثراتی اور مفہوم سادہ ہوتا ہے جبکہ مقالہ نسبتاً طویل اور عالمانہ ہوتا ہے۔مقالے میں مضمون کی نسبت زیادہ گہرائی ہوتی ہے اور وہ زیادہ ٹھوس ہوتا ہے۔دراصل مضمون اور مقالے میں اختصار یا طوالت کا فرق بھی کچھ اہم نہیں بلکہ اصل اہمیت ان کے خیال میں اختلاف مزاج کی ہے۔یہاں پر وہ مقالہ جات کی اقسام بھی بیان کرتے ہیں ادبی مقالہ جات اور تحقیقی و تنقیدی مقالہ جات اس کی اہم اقسام ہیں اور علمی اور لسانی مقالہ جات بھی اسی میں شامل ہیں۔مقالہ جات کی اقسام کو تفصیل سے واضح کرتے

ہوئے ان کی الگ الگ خصوصیات کو بھی وہ اس کتاب میں شامل کرتے ہیں۔ تنقیدی مقالات کو وہ مقالات میں سب سے اہم خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''تنقیدی مقالات نسبتاً زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کسی ادب پارے میں فنی نقطہ نظر سے اظہار خیال اس کے معائب و محاسن کی پرکھ اور اس کی مجموعی قدر و قیمت کا تعین تنقید کہلاتا ہے۔ گویا تنقید ایک کسوٹی ہے جس کے ذریعے ہم کسی نثری یا شعری تخلیق کی صحیح پہچان کر سکتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تنقید ایک لحاظ سے ادب پارے کا تجزیہ (Analysis) ہے۔''(17)

ہاشمی صاحب کے نزدیک تنقید کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ نظری تنقید

۲۔ عملی تنقید

تذکرہ نویسی کو وہ تنقید نگاری کی ابتدائی شکل قرار دیتے ہیں اور حالی کو پہلے نقاد کا نام دیتے ہیں اور ان کی کتاب ''مقدمہ شعر و شاعری'' کو اردو تنقید میں پہلا سنگ میل قرار دیتے ہیں۔ ایک اعلیٰ درجے کے نقاد کی خوبیاں بھی بیان کرتے ہیں اور تنقید پارے میں نقاد کے شخصی اور ذاتی نقطہ نظر کی جھلکیوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ تنقید کے دبستانوں کے نام اور اہم نقادوں کے نام بھی ''اصناف ادب'' میں شامل کیے گئے ہیں۔

غیر افسانوی نثر کے باب میں مضمون اور مقالہ پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی انشائیہ، سوانح عمری، آپ بیتی، خاکہ نگاری، تبصرہ نگاری، سفر نامہ نگاری کے ساتھ ساتھ ترجمہ پر بھی بنیادی معلومات کے ساتھ بات کرتے ہیں ان کے خیال کے مطابق:

> ''ترجمہ نگاری کو کسی زبان کی ترقی میں زبردست دخل ہوتا ہے، دیگر زبانوں کے بلند پایہ علمی و ادبی، تحقیقی و تنقیدی اور دیگر فنی شاہکاروں کو اپنی زبان میں منتقل کرنا بڑی علمی خدمت ہے اس سے کسی قوم کا علمی ذخیرہ بڑھتا ہے اور قومی سطح پر فکر کو جلا اور ذہین نشو نما ملتی ہے۔''(18)

دوسرے ایڈیشن میں جس حصہ کا اضافہ کہا گیا وہ ''اقبالیات'' ہے میں اس باب میں ۱۹۷۷ء تک کے عرصہ میں اقبالیات کے شعبے میں جتنا بھی کام ہوا ان کا جائزہ لیا گیا۔ ۱۹۷۷ء کے سال کو ''سال اقبال'' کے طور پر منایا گیا تو بہت سے ادبی حلقوں میں اور قومی زندگی کے شعبوں میں علامہ اقبال کے خیالات کا بہت چرچا ہونے لگا اس موقع پر بہت سی کتب ضابطہ تحریر میں لائی گئیں مقالات لکھے گئے مضامین لکھے گئے بہت سے رسائل نے اقبال کے خصوصی نمبر شائع کئے اور ان میں بہت سے مضامین شائع ہوئے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ایک نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ چونکہ ماہر اقبالیات بھی ہیں اس لیے ان کی نظر ان تمام مضامین و مقالات پر

تھی جو اقبالیات کے پہلو پر لکھے گئے۔ان کے مطابق ''اقبالیاتی ادب'' کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ تصانیف اقبال

۲۔ تراجم اقبال

۳۔ تشریحات اقبال

۴۔ سوانح اقبال

۵۔ اقبال پر تنقید و تحقیق

۶۔ حوالہ جاتی تحقیق

۷۔ رسائل کے اقبال نمبر

اس باب میں رفیع الدین ہاشمی نے ''تصانیف اقبال'' کے نام سے ایک عنوان تخلیق کیا جس میں انہوں نے اقبال کے اردو اور فارسی مجموعوں کے ایڈیشن کا حساب کتاب لگایا۔ باقیات اقبال کا بھی ذکر کیا ان کے خیال میں اقبال کی وہ نظمیں اور غزلیں جو انہوں نے اپنے مستقل کلام سے خارج کر دیں متعدد اصحاب نے جمع کر دی ہیں اور اسے باقیات اقبال کا نام دے دیا گیا۔اس کے علاوہ اقبال کے مکاتیب کے آٹھ مجموعوں کا ذکر ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی کتاب "اصنافِ ادب " محض ایک درسی کتاب نہیں بلکہ اردو ادب کی شعری و نثری اصناف کا ایسا جامع، منظم اور سلیس تعارف ہے جو ایک استاد کی علمی دیانت، فکری گہرائی اور تدریسی بصیرت کا مظہر ہے۔ پوری کتاب میں ان کا بنیادی مقصد طلبہ کی رہنمائی ہے۔ کتاب کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ ہاشمی صاحب نے ہر صنف کو لغوی و اصطلاحی معنی، تاریخی پس منظر، فنی خصوصیات، مثالوں اور تنقیدی توضیحات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کتاب کا سب سے مضبوط پہلو یہ ہے کہ ہاشمی صاحب نے اصنافِ نظم، اصنافِ نثر، اور اقبالیات — تینوں کو ایک ہی جلد میں اس طرح سمیٹا ہے کہ قاری کو اردو ادب کی پوری فنی دنیا کا ایک مربوط نقشہ مل جاتا ہے۔ ان کی تنقید کا اسلوب اعتدال، توازن، دلیل اور مثال پر قائم ہے۔ وہ نہ جذباتی مداح ہیں، نہ سخت گیر ناقد۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں الجھن پیدا کرنے کی بجائے فکری رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

حوالہ جات

1-رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر: دیباچہ ''اقبال کی طویل نظمیں''، ''توضیحی و تنقیدی مطالعہ''، طبع اوّل، گلوب پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۵

2-رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، :''تقریبِ سخن''، مشمولہ ''اصنافِ ادب''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص 6

3-ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: ''اصنافِ ادب''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص 16

4-ایضاً،ص18
5-ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: ''اصنافِ ادب'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص23
6-ایضاً،ص24
7-ایضاً،ص27
8-ایضاً،ص33
9-ایضاً،ص34
10-ایضاً،ص36
11-ایضاً،ص44
12-ایضاً،ص109
13-ایضاً،ص116
14-ایضاً،ص116
15-ایضاً،ص128
16ایضاً،ص129۔130
17-ایضاً،ص149
18-ایضاً،ص151۔152

References

1. Rafiʿ al-Din Hashmi, Dr. (1974). Dibāchah "Iqbal ki tawīl naẕmen," "Tawẕīhī va tanqīdī mutāliʿah." Tabʿ awwal. Globe Publishers, Lahore, p. 5.
2. Rafiʿ al-Din Hashmi, Dr. (2008). "Taqrīb-i sakhan," in Aṣnāf-i adab. Sang-e Mil Publications, Lahore, p. 6.
3. Rafiʿ al-Din Hashmi, Dr. (2008). Aṣnāf-i adab. Sang-e Mil Publications, Lahore, p. 16.
4. ibid, p. 18.
5. ibid, p. 23.
6. ibid, p. 24.
7. ibid, p. 27.

8. ibid, p. 33.
9. ibid, p. 34.
10. ibid, p. 36.
11. ibid, p. 44.
12. ibid, p. 109.
13. ibid, p. 116.
14. ibid, p. 116.
15. ibid, p. 128.
16. ibid, pp. 129–130.
17. ibid, p. 149.
18. ibid, p. 152.